جناب پروفیسر محمد سلیمان اظہر ایم۔اے

خلیفہ بلافصل

سیدنا ابوبکر الصدیقؓ

وہ امتیازات جن پر شیعہ حضرات کی کتابیں بھی شہادت دے رہی ہیں

شیعہ حضرات کا دعویٰ ہے کہ حضرت علی افضل امت ہیں، ہمیں حضرت علیؓ کے فضائل سے قطعاً انکار نہیں ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ انہیں افضل قرار دینا خلاف واقعہ ہے، کیونکہ اس منصب پر حضرت ابوبکر فائز ہیں۔ وہ شیعہ روایات کے مطابق صدیق ہیں جب کہ بنص قرآن صدیق کا مرتبہ انبیاء کے بعد افضل ترین ہے۔ وہ آنحضرتؐ کے بعد خلیفہ بلافصل ہیں اور یہ بات شیعہ روایات سے ثابت ہے۔ وہ اعلم امت ہیں اور یہ بات شیعہ روایات سے ثابت ہے۔ وہ اول المسلمین ہیں اور یہ بات بھی شیعہ روایات سے ثابت ہے۔ ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ اپنا دعویٰ آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

صدیق اکبر سب سے پہلے ہم کتب شیعہ سے حضرت ابوبکر کو صدیق ثابت کرتے ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے مشہور شیعہ کتاب کشف الغمہ ہے جس میں حضرت امام باقر سے کیے گئے ایک سوال کا جواب یوں درج ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

"سألت اباجعفر محمد بن علی عن حلیة السیوف فقال لا بأس به قد حلّی ابوبکر رضی اللہ عنہ سیفہ قلت فتقول الصدیق فوثب وثبة واستقبل القبلة فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلاصدق اللہ قولاً فی الدنیا والآخرة۔" (ص ۲۲۰)

"یعنی امام ابوجعفر محمد بن علی سے سوال ہوا کہ تلوار کو مزین کرنا کیسا ہے۔ انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق نے ایسا کیا تھا۔ سائل نے پوچھا آپ انہیں صدیق کہتے ہیں، امام نے انہیں تین بار صدیق کہا اور مزید فرمایا جو ابوبکر کو صدیق نہیں کہتا اللہ دنیا اور آخرت میں اسکی کسی بات کی تصدیق نہ کرے۔"

یہ امام محمد باقر بن زین العابدین کا خلیفہ اوّل کے متعلق ارشاد ہے ۔ اب آپ " والذی جاء بالصدق وصدّق بہ ۔" کی شیعہ تفسیر سن لیجئے ۔ " وقیل الذی جاء بالصدق رسول اللہ وصدق بہ ابوبکرؓ " (مجمع البیان طبرسی جلد ۸ ص ۴۹۸) کہ " جاء بالصدق سے مراد رسول اللہ کی ذات گرامی ہے ، اور " صدق بہ " کے الفاظ سے حضرت ابوبکر کیطرف اشارہ ہے ۔ گویا شیعہ روایات کے مطابق ابوبکر کو صدیق کا لقب خود اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کلام میں عطا فرمایا ہے ۔ اسی لئے تو شیعہ حضرات سے یہ لفظ ہضم نہیں ہوتا کسی نہ کسی طریق سے معاملہ طشت از بام ہو ہی جاتا ہے ۔ مثلاً امام محمد باقر کے نسب نامہ میں مرقوم ہے :

" محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب امہ ام عبد اللہ بنت الحسن بن علی بن ابی طالب واسم ولدہ جعفر وعبد اللہ وامھما ام فروۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ " (کشف الغمہ ص ۲۲۰) کہ امام باقر کی والدہ کا نام ام عبد اللہ بنت حسن ہے ۔ ان کے بیٹوں کے نام جعفر وعبد اللہ ہیں ، اور آپ کی اہلیہ اور ان بیٹوں کی والدہ کا نام ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ ہیں ، گویا ابوبکر صدیق بھی ہیں اور امام جعفر صادق کے نانا بھی ہیں ۔

حضرات شیعہ ایک امام کے نانا کے متعلق اظہار خیال فرمائیں تو عنایت ہوگی اور نانا بھی وہ جسے عہد رسالت میں تمام لوگ صدیق کے لقب سے ملقب کرتے ہوں ۔ ثبوت کیلئے اخبار الرجال کشی ص ۲۰ پر یہ روایت دیکھئے :

حدثنا ایوب بن نوح عن صفوان بن حمید عن فضیل الرسان قال سمعت ابا داؤد وھو یقول حدثنی بریدۃ الاسلمی قال سمعت رسول اللہ یقول ان الجنۃ تشتاق الی ثلثۃ قال فجاء ابوبکر فقیل لہ یا ابابکر انت الصدیق وانت ثانی اثنین اذھما فی الغار فلو سألت رسول اللہ من ھؤلاء الثلثۃ ۔ قال انی اخاف ان اسألہ فلا اکون منھم فیعیرنی بنو تیم ۔ قال ثم جاء عمر فقیل لہ یا ابا حفص ان رسول اللہ قال ان الجنۃ تشتاق الی ثلثۃ ۔ وانت الفاروق الذی ۔ ینطق الملک علی لسانک فلو سألت رسول اللہ من ھولاء الثلثۃ فقال انی اخاف ان اسألہ فلا اکون منھم فیعیرنی بنو عدی ۔"

بریدہ اسلمی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا کہ جنت تین افراد کی مشتاق ہے ۔ ابوبکر آئے تو لوگوں نے ان سے عرض کیا ۔ اے ابوبکر ! آپ صدیق ہیں اور آپ ثانی اثنین کے عہدہ پر بھی فائز ہیں ۔ آپ رسول اللہ سے

پوچھیں کہ وہ تین افراد کون سے ہیں۔ حضرت صدیق نے فرمایا کہ میں تو پوچھنے سے رہا کیونکہ میں اگر ان تینوں میں نہ ہُوا تو بنی تیم یعنی میرا قبیلہ مجھے عار دلائے گا۔ اس کے بعد عمر آئے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ فاروق ہیں اور فرشتہ آپ کی زبان پر بولتا ہے۔ اس لئے آپ رسول اللہ سے استفسار کریں۔ حضرت فاروق نے بھی اس بنا پر انکار کر دیا کہ اگر میں ان میں نہ ہُوا تو مجھے میرا قبیلہ بنو عدی عار دلائے گا۔"

اس شیعہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت میں صدیق کا لقب حضرت ابوبکر کیلئے عام استعمال ہوتا تھا اور ایک دوسری شیعہ روائت کے مطابق یہ لقب کسی عامی کا عطا کردہ نہ تھا بلکہ خود رسول اللہ نے دیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیے:

"لما کان رسول اللہ فی الغار قال لابی بکر کانی انظر الی سفینۃ جعفر فی اصحابہ یقوم البحر وانظر الی الانصار محبین فی افنیتھم فقال ابوبکر وتراھم یارسول اللہ قال نعم فارنیھم فمسح علی عینیہ فقال لہ رسول اللہ انت الصدیق۔" (تفسیر قمی ص ۲۶۶)

اس شیعہ روائت کا مطلب یہ ہے کہ سفرِ ہجرت میں جب رسول اللہ اور حضرت ابوبکر غار ثور میں مقیم تھے۔ رسول اللہ حضرت ابوبکر کو صدیق کے لقب سے ملقب کیا۔

اوّل المسلمین صدیق کا لقب حضرت ابوبکر ہی کے لئے مناسب ترین ہے، کیونکہ وہی اوّل المسلمین بھی ہیں۔ جیساکہ شیعہ روایات اسکی شاہد ہیں۔ مثلاً "اعلام الورٰی باعلام الھدیٰ" میں یہ روایت موجود ہے:

"عن ابراھیم بن محمد بن طلحہ قال قال طلحہ بن عبد اللہ حضرت سوق بصری فاذا راھب فی صومعتہ یقول سلوا اھل ھذا الموسم افیھم احد من اھل الحرم۔ قال طلحہ نعم انا۔ فقال قد ظہر احمد بعد۔ قال قلت ومن احمد۔ قال ابن عبد اللہ بن عبد المطلب۔ ھذا شھرہ الذی یخرج فیہ وھو آخر الانبیاء مخرجہ من الحرم ومھاجرہ الی نخل وحرۃ وسباخ ارض ذات الحجارۃ السود وسمیت بھا الارض الطیبہ فایاک ان تسبق الیہ۔ قال طلحہ فوقع فی قلبی ما قال۔ فخرجت سریعاً حتی قدمت المکہ فقلت ھل کان من حدث۔ قال نعم۔ محمد بن عبد اللہ الامین تنبّأ۔ وقد تبعہ ابن ابی قحافہ۔ قال فخرجت حتی دخلت علی ابی بکر فقلت اتبعت ھذا الرجل۔ قال نعم۔ فانطلق الیہ وادخل علیہ فاتبعہ فانہ یدعوا الی الحق۔ فاخبرہ طلحہ بما قال الراھب۔ فخرج ابوبکر بطلحہ فدخل بہ علی رسول اللہ فاسلم طلحہ واخبر رسول اللہ بما قال الراھب فی خبر رسول اللہ بذالک۔" (اعلام الوریٰ ص ۵۰-۵۱)

یعنی حضرت طلحہ کہتے ہیں کہ میں بصریٰ گیا، وہاں ایک راہب نے پوچھا کہ قافلہ میں کوئی مکی بھی ہے۔ میں نے کہا میں ہوں۔ اس نے کہا آپ کی غیر حاضری میں احمد ظاہر ہو چکے ہیں۔ میں نے پوچھا کون احمد؟ بولا احمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب، کیونکہ نبی آخر الزمان کے ظہور کا یہی مہینہ ہے ۔۔۔۔ طلحہ کہتے ہیں کہ میں جلد واپس آیا۔ مکہ میں لوگوں سے کسی نئی تازی بات کے متعلق دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ محمد بن عبد اللہ الامین نے نبوّت کا دعویٰ کر دیا ہے۔ اور ابو بکر نے اس دعوے کو تسلیم کر لیا ہے۔ طلحہ کہتے ہیں کہ میں ابو بکر کے پاس پہنچا اور پوچھا کیا آپ نے محمد کی اطاعت کر لی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اور مجھے بھی حق کی دعوت دی۔ پھر وہ مجھے لیکر دربار رسالت میں پہنچے اور میں بھی مسلمان ہو گیا۔

اس شیعہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر پہلے ماہ بعثت میں مسلمان ہو گئے تھے اور ان کا اسلام پوشیدہ نہ تھا بلکہ شہرت پکڑ چکا تھا، عوام کو معلوم ہو چکا تھا۔ اگر حضرت علی بھی مسلمان ہو چکے ہوتے یا ان کا اسلام ظاہر ہو چکا ہوتا تو اہل مکہ طلحہ کو ان کا نام بھی بتاتے۔ لیکن دعوت ذو العشیرہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی اس دعوت کے موقع پر جو تین سن نبوّت میں ہوئی مسلمان ہوئے تھے۔ ان حالات میں آپ جان سکتے ہیں کہ اوّل المسلمین کون ہے۔

یہ اوّل المسلمین جو بعثت کے آغاز سے آنحضرت کی وفات تک سائے کی طرح آنحضرت کے ساتھ رہا۔ سفر و حضر میں کبھی مفارقت نہ ہوئی، آنحضرت کے ارشادات و افعال کا سب سے بڑا حافظ و عالم نہ ہو تو اور کون ہوگا۔ حضرت علی کا تو اس وقت بچپن تھا پھر وہ سفر و حضر کے ساتھی بھی نہ تھے۔ پھر وہ آنحضرت کے بیٹوں کی مانند تھے۔ اس لئے رسول اللہؐ ہر قسم کی باتیں ان کے ساتھ نہ کر سکتے تھے۔ بہت سی باتیں اپنے ہم عمر احباب اور ندماء کے ساتھ ہی کی جا سکتی ہیں۔ حضرت ابو بکر نہ صرف اوّل المسلمین تھے بلکہ آنحضرت کے بچپن کے ساتھی اور رفیق تھے۔ بعثت سے قبل بھی دونوں کے دوستانہ تعلقات مسلّم تھے۔ اکٹھے اٹھتے بیٹھتے اور یکساں سوچ کے مالک تھے۔ اسی لئے حضرت ابو بکر نے آنحضرت سے نبوت کی کوئی دلیل طلب کی نہ معجزہ طلب کیا۔ ان کے لئے ان کے بچپن کے رفیق کی زبان ہی سب سے بڑی سند اور دلیل تھی۔ اس شخصیّت کو ہم نے یونہی اعلم امت نہیں کہہ دیا بلکہ رسول اللہ نے خود ہی اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ نماز کا امام اعلم الناس ہونا چاہیئے، اور آپ نے اپنی آخری بیماری میں حضرت ابو بکر کو امام الصلوٰۃ بنا کر یہ ظاہر کر دیا کہ رسول اللہ کی نظر میں اعلم امت حضرت ابو بکر ہی ہیں۔ یہ مسئلہ ذرا تفصیل سے سن لیجئے۔

اعلم امت فروع کافی میں ہے: ان رسول اللہ قال یتقدم القوم اقرأهم للقرآن وان کانوا فی القرأۃ سواء فاقدمهم فی الهجرۃ فان کانوا فی الهجرۃ سواء فاکبرهم سنًا فان کانوا فی السن

سواء فلیؤمھم اعلمھم بالسنۃ وافقھھم فی الدین۔" (فروع کافی جلد ۳ ص ۴۲۶) کافی کی اس روایت کے مطابق جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ نماز کا امام وہ شخص ہونا چاہیئے جو قرآن کا سب سے زیادہ عالم ہو۔ اگر اس وصف میں کچھ لوگ برابر ہوں تو ہجرت میں مقدم شخص کو آگے کیا جائے۔ اس کے بعد عمر کا لحاظ کیا جائے۔ پھر علم حدیث اور فقہ کا لحاظ کیا جائے۔ اور زیادہ عالم کو امامت کا موقع دیا جائے۔

دوسری روایت یوں ہے: "ان اولی الناس بالتقدم فی جماعۃ اقرأھم للقرآن فان کانوا فی القرآۃ سواء فافقھھم فان کانوا فی الفقہ سواء فاقدمھم ھجرۃ وان کانوا فی الھجرۃ سواء فاسنھم فان کانوا فی السن سواء فاصبحھم وجھاً۔" (من لا یحضرہ الفقیہ ص ۱۰۳) یعنی سب سے پہلا امامت کا مستحق وہ ہے جو قرآن کا سب سے بڑا عالم ہو۔ پھر سب سے بڑا فقیہہ۔ پھر ہجرت میں مقدم کا حق ہے۔ پھر بڑی عمر والے کا حق ہے۔ پھر زیادہ خوبصورت کا۔ اتفاق کی بات ہے کہ حضرت ابوبکر ان تمام شرائط میں حضرت علی سے مقدم ہیں، وہ بڑے عالم بھی ہیں۔ ہجرت میں بھی حضرت علی سے مقدم ہیں۔ عمر بھی زیادہ ہیں، فقیہہ بھی زیادہ ہیں اور حضرت علی سے زیادہ خوبصورت بھی ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیے وہ شیعہ روایت جو حضرت فاطمہ سے منسوب ہے۔ اور جس میں حضرت علی کا حلیہ بیان ہوا ہے۔)

ایک اور روایت یوں ہے: "قال رسول اللہ امام القوم وافدھم فقدموا افضلکم۔" (من لا یحضرۃ الفقیہ ص ۱۰۳) رسول اللہ نے فرمایا کہ نماز میں اپنے میں سے افضل کو امام بناؤ۔

ایک اور روایت یوں ہے: "قال رسول اللہ من صلی بقوم وفیھم من ھو اعلم منہ لم یزل امرھم الی سفال الی یوم القیامۃ۔" (من لا یحضرہ الفقیہ۔ ص ۱۰۳) یعنی اگر اعلم کی موجودگی میں کسی دوسرے کے امامت کرادی تو اس جماعت کے امور قیامت تک احمقوں کے تسلط میں چلے جائیں گے۔

اسی کتاب کی ایک اور روایت یوں ہے: "وقال علیہ السلام ان سرکم ان تزکوا صلوتکم فقدموا اخیارکم (حوالہ مذکور)۔ جناب رسالتمآب نے فرمایا اگر اپنی نماز کی ادائیگی عمدہ طریق سے چاہتے ہو تو اپنے بہترین شخص کو امام بناؤ۔

ان روایات کو حضرت علیؓ کے اس فرمان کی روشنی میں دیکھا جائے۔ "ان اولی الناس بالانبیاء اعلمھم بما جاؤا بہ ثم تلی ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین معہ۔ ثم قال ان ولی محمد من اطاع اللہ وان بعدت لحمتہ وان عدو محمد من عصی اللہ وان قربت قرابتہ۔" (نہج البلاغۃ مصری جلد ۳ ص ۱۷۱)

مذکورہ روایات میں امامت کے لئے اعلم قرآن اعلم سنت۔ افقہہ، سب سے زیادہ خوبصورت،

مقدم فی الهجرة ۔ افضل ۔ انہی کی شرائط عائد کی گئی ہیں اور پھر رسول ت مالایطاق نہیں، ہر شخص اپنی ہمت اور وسعت
ان کے نزدیک ان تمام صفات میں حضرت ابوبکرؓ سب سے آگے ‌بس کی بات ہے۔ اپاہج و بیمار، غنی و نادار،
حضرت علی کے فرمان مذکور کی روشنی میں وہی رسول اللہ کا سب سے قریبی ہا و بچہ ہر طبقہ و ہر فرد، ہر حال و وقت
نعیم الابرار کے ان ارشادات کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ مطابق ہی آئے ہیں، یہی وہ رحمت ہے
نہ تھے۔ مطلبی نہ تھے، ہمیں تسلیم ہے کہ کچھ نہ تھے، لیکن اعلم امت تو تھے اور ا الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے
بی کے اقرب بھی ہو گئے۔

خلیفۂ بلافصل اور یہی وہ مرتبہ ہے جس کے باعث صحابہؓ نے رسول اللہ کے ادہ کی تکلیف (کلمہ
ان کے ہاتھ تھما دی تھی۔ اس بات سے کہ رسول اللہ کے بعد ان کے نائب و جانشین حضرت
صحابہؓ ہی واقف نہ تھے بلکہ اس دور کے کفار بھی اس حقیقت سے بخوبی آشنا تھے۔ مثلاً جنگ احد... یہیں
(حالت کفر میں) نے جنگ کے بعد اعلانیہ یہی پوچھا کہ تم میں رسول اللہ ہیں۔؟ تم میں ابوبکر ہیں۔؟ تم میں عمر ہیں
یہ بات تمام تاریخی کتب میں موجود ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر کی حیثیت اس وقت دوست دشمن
پر پوری طرح واضح تھی۔ یہ بات محض ظن و تخمین پر ہی مبنی نہ تھی بلکہ بطور حدیث قدسی شیعہ کتابوں مثل تفسیر صافی اور
تفسیر قمی میں موجود ہے۔

سنئے: آنحضرتؐ نے حضرت حفصہ کو فرمایا: "ان ابابکر یلی الخلافۃ بعدی ثم بعدہ ابوک.
فقالت من انبأک هذا قال نبانی العلیم الخبیر۔" (صافی ص ۵۶۴) میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے اور
ان کے بعد حضرت عمر، ام المومنین حضرت حفصہ نے پوچھا کہ آپ کو یہ خبر کس نے بتائی۔ رسول اللہ نے فرمایا مجھے
خدائے علیم و خبیر نے خبر دی ہے ——— یہی روایت تفسیر قمی ص ۶۸۷ پر یوں وارد ہے۔" ان ابابکر یلی الخلافۃ
من بعدی ثم من بعدہ ابوک فقالت من اخبرک بهذا قال اللہ اخبرنی۔" یعنی میرے بعد خلافت
ابوبکر کو ملے گی اور ان کے بعد حضرت عمر کو۔ حضرت حفصہ نے پوچھا آپ کو یہ خبر کس نے بتائی ہے۔ رسول اللہ
نے فرمایا مجھے اللہ عزوجل نے یہ خبر دی ہے۔

حضرات شیعہ عموماً کہتے ہیں کہ یلی الخلافۃ میں تغلب زبردستی اور غصب کا مفہوم نکلتا ہے۔ کہ حضرات
ابوبکر و عمر زبردستی خلافت پر قبضہ کر لیں گے۔ لیکن اعتراض کرتے وقت ان کے اذہان سے وہ روایات نکل جاتی ہیں
جن میں آنحضرتؐ کی وفات کے بعد غسل و تکفین کے معاملات حضرت علی کے سپرد کئے گئے ہیں۔ وہاں بھی یلی کا لفظ
آتا ہے۔ شیعہ کے دعویٰ کے مطابق اس کا ترجمہ کچھ یوں ہو گا کہ میرے (آنحضرتؐ) غسل و تکفین کے معاملات پر
حضرت علی زبردستی اجارہ دار بن جائیں گے۔ کیا یہ ترجمہ شیعہ حضرات کو قبول ہے۔؟